فضائلِ فقہ وفقہاء

علامہ سید امیر علی

فقہ کے بیان میں واضح ہو کہ لغت میں فقہ کے معنی سمجھ کے ہیں اور شرع میں فہم خاص جو کتاب اللہ تعالی وسنت رسول اللہ ﷺ سے حاصل ہو جیسا کہ حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کے قول میں ہے کہ اس سے زیادہ ایک فہم جو قرآن میں اللہ تعالی اپنے بندے کو عنایت فرمائے والحدیث فی صحیح البخاری۔ پس فقہ کے لیے اصل یہی دونوں یعنی کتاب الہی قرآن مجید اور سنت رسول اللہ ﷺ یعنی حدیث ہیں اور فقیہ وہ ہے جو جسم ظاہر کے متعلق احکام اوامر ونواہی سے اس طرح واقف ہو کہ دونوں اصلوں میں سے کہاں سے یہ حکم عمل کرنے کا یا نہ کرنے کا کس طرح نکلا ہے تا کہ ظاہر جسم کو ان احکام کے موافق عمل کرنے سے ظاہری گناہوں کی نجاست سے پاک اور پاکیزہ طہارات وطاعات کے نور سے منور کر سکے جیسے طہارت وضو وغسل وادائے فرائض وواجبات سے اور قرآن کی قرات اور اس میں نظر (تدبر) کرنے وسننے ومسجد کو جانے وغیرہ خصال محمودہ سے آراستہ کرتا ہے اور فحش گفتگو وبدنظری وفحش باتیں سننے وحرام کھانے پینے اور چوری اور فواحش کی طرف قدم اٹھانے وغیرہ کی نجاست وافعال مذمومہ سے اپنے آپ کو پاک رکھنا ہے۔ اور تا کہ فقیہ مذکور باطن کو سچے اعتقادات ونورانی افعال وحسن صفات سے منور کر سکے اور باطن کو باطل ومذبذب خیالات وبے ہودہ اوہام وبدافعال ومذموم صفات کی تاریکی ونجاست سے پاک کر سکے اور اپنے نفس کے عیوب اور دشمن قطعی شیطان کے مکر ووسواس پر اور ان دونوں کی ظاہر وخفیہ راہوں پر مطلع وآگاہ ہو پس جب اس نے اس واقفیت سے بحکم قولہ تعالی وذروا ظاھر الاثم وباطنہ...... الآیہ۔ تمام ظاہری وباطنی گناہوں سے تقوی کیا اور توبہ واستغفار وخشوع وخضوع وخوف الہی سے ہر دم اپنے مالک خالق کی طرف متوجہ ہوا تو اللہ تعالی اس کو ایک مزید علم عنایت فرماتا ہے جس کا اشارہ حضرت خضر وموسی علیہما السلام کے قصہ میں بتائید حدیث صحیح گویا مصرح ہو گیا ہے اور ابتداء اس اصلاح کی سلامت قلب ہے بحکم قولہ اذا اصلحت صلح الجسد کلہ۔ جب وہ اصلاح پر ہو جاتا ہے تو تمام بدن صالح ہو جاتا ہے۔ اور بحکم قولہ

آدم هر چه دارد از پیش قنداق دارد ☆ تخم مرغ دزد، شتر دزد می شود

اعدی اعدوک نفسک التی بین جنبیک سب سے بڑا تیرا دشمن تیرا خود نفس ہے جو تیرے دونوں پہلو کے بیچ میں ہے اس نفس کے مہلکات کو پہچانتا اور بحکم قولہ تعالی ان النفس لامارۃ بالسوء۔ اس کی بدخواہش پہچانتا اور وسواس شیطانی سے بحکم قولہ تعالی اذا مسھم طائف من الشیطان تذکروا فاذاھم مبصرون۔ متنبہ ہوکر بتوفیق الٰہی جل شانہ فوراً بچ جاتا ہے اور اگر المام ہوا بھی تو بلا اصرار منقطع ہوجاتا ہے پس لوث دشمن سے پاک اور آخرت حکمت الہیہ سے سرفراز ہوتا ہے اور مخلوق الٰہی اس کے فیض حکمت سے اپنے منازل و مقامات بلند حاصل کرتے ہیں پس اس واسطے حدیث صحیح میں ہے کہ فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد اکیلا ایک فقیہ ہزار عابدوں سے بڑھ کر شیطان پر بھاری ہوتا ہے اس کی ایک رکعت دوسروں کی ہزار رکعت سے بڑھ کر ہے اور اس کی خاموشی اور دن کے ہزار کلمہ سے افضل ہے اور پاک ہے اللہ جل جلالہ جس نے اپنے بعضے بندوں کو سرفراز کیا اور انھیں کو اس کا نفع عائد کیا اور وہ پاک حق سبحانہ تعالی ہر فقیہ کی فقہ و عابد کی عبادت سے مستغنی ہے۔ پھر خوب یاد رکھو کہ صدق یقین وخلوص عبادت وطاعت کے اصلی فیض یعنی دیدار حضرت سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین سے حضرات صحابہ گو ایک منزلت اعلی خاص تھی جس میں کوئی ان کا مشارک نہیں ہوسکتا اور ایسے ہی ان کے شاگرد یعنی طبقہ تابعین کی منزلت میں کوئی ان کا مشارک نہیں ہے پھر ائمہ مجتہدین نے بتوفیق حق سبحانہ تعالی پچھلوں کے لیے فہم قرآن وحدیث کا طریقہ بتلا دیا کیونکہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ آدمی بکثرت تلاوت قرآن وتعلم تفسیر میں عمر صرف کرتا اور احادیث کا ایک ذخیرہ جمع کرتا ہے مگر طریقہ وہدایت سے موفق نہیں ہوتا بخلاف فقیہ کے اس واسطے بعض روایات میں ہے کہ اذا اراد اللہ بعبد خیرا یفقھہ فی الدین ویلھم رشدہ۔ الہام رشد تتمہ فقاہت ہے اور کبھی آدمی کو تھوڑی احادیث سے فقہ النفس کا مرتبہ حاصل ہوجاتا ہے۔ وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء یہ فقہ جس کا حاصل بیان ہوا' درحقیقت فقہ ہے کہ ظاہر وباطن دونوں کی پاکیزگی وتقوی سے آگاہ ہو اور خطرات نفس ووسواس شیطان سے ہوشیار ہو۔ لیکن ائمہ مجتہدین کے پیچھے لوگوں نے تقوی ظاہر کو بنام فقہ اور تقوی باطن کو بنام تصوف موسوم کرلیا اور کتاب توضیح وغیرہ کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے وقت میں دونوں کا مجموعہ فقہ تھا اور بے شک یہی ہونا ضرور ہے کیونکہ جس کے باطن میں تکبر وغرور وبخل ودنیا کی جاہ ومنزلت مومنون کی طرف سے بغض وعداوت وحقد وحسد وظلم وکینہ وغیرہ

مذموم وبدسیرتیں بھری ہوئی ہوں اس کے وضوو غسل نماز کی صورت ادا کرنے میں کیا امید ہے اللھم غفرانک......

پھر واضح ہو کہ متعارف فقہ کے لیے سوائے کتاب وسنت کے جو اجماع وقیاس کو بھی اصل قرار دیا ہے حالانکہ (راقم) نے فقط اول دونوں کو بیان کیا تو اس میں کچھ مخالفت نہیں ہے کہ اجماع کسی حدیث پر ہوتا ہے اور بسبب اجماع کے اس حدیث کی دلالت قطعی ہو جاتی ہے یعنی یہ یقین ہو جاتا ہے کہ بے شک جس طرح راویوں نے نقل کیا اس میں کچھ وہم ونافہمی وغیرہ نہیں ہوئی ہے باوجود یہ کہ روایت ہے کہ **لاتجتمع امتی علی الضلالة** میری امت کا اتفاق کسی گمراہی پر نہ ہوگا۔ اور قیاس کے معنی یہ ہیں کہ ایک حکم عام تھا جس میں یہ بھی شامل تھا جو قیاس سے نکالا گیا پس قیاس سے وہ ظاہر ہو گیا اور یہ مطلب نہیں ہے کہ مجتہد کا قیاس خود ثابت کر سکتا ہے۔ نہیں نہیں بلکہ اسے ظاہر کر دیا۔ پھر فقیہ کی لیاقت یہ ہوتی ہے کہ اجتہاد کرے اور اجتہاد نام ہے خوب کوشش کرنے کا تاکہ آیت یا حدیث کے معنی معلوم ہو جائیں چنانچہ مثال آئے گی۔ اور واضح ہو کہ مشہور مجتہدین جن کے اجتہادات جمع ہو کر مشتہر ہو گئے چار ہیں امام ابوحنیفہؒ وامام مالکؒ وامام شافعیؒ وامام احمدؒ اور بعض متاخرین نے ان کے اجماع کو بھی حجت قرار دیا بلکہ ابوحنیفہؒ وان کے شاگرد وامام ابو یوسفؒ وامام احمدؒ کے اتفاق کو حجت قرار دیا ہے۔ لیکن یہ اتفاق چند اماموں کا ہے اور امت کا اتفاق اس کو نہیں کہہ سکتے ہیں اور بعضوں نے اس کا استناد حدیث حضرت مسعودؓ سے کیا ہے جس میں ہے کہ فمارآہ المومنون حسنا فهو عندالله حسن۔ یعنی مومنین جس بات کو بہتر جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہتر ہے اور شاید وجہ استدلال یوں ہو کہ مومنون صیغہ جمع کم سے کم تین پر صادق ہے تو مومنین کا اتفاق ہو گیا۔ اگر کوئی کہے کہ یہ تو چار امام رہے اور المومنون الف لام سے استغراق ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس وقت استدلال کیا جاتا ہے اس وقت یہ حالت ہے کہ تمام روئے زمین کے مسلمان مسلک حنفی یا شافعی یا مالکی یا حنبلی پر ہیں پس جس امر پر چاروں ائمہ کا اتفاق ہے اس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ظاہر ہوا اور یہی مقصود تھا یہ انتہاء کی توجیہ ہے۔

ہمارے زمانہ میں کچھ سفیہ مدعیان فقہ ایسے ہیں کہ وہ جس رسم وراہ کو اختیار کرتے ہیں اس پر بہت سے لوگوں کا اتفاق حجت قرار دیتے ہیں مثلاً اس فتاوی میں مذکور ہے کہ قبروں پر چراغ چڑھانا مکروہ بدعت ہے چنانچہ کتاب الکراہۃ وغیرہ میں یہ مسئلہ ملاحظہ ہو۔ مگر ہمارے زمانہ میں ایسے گمراہ کرنیوالے مفتی

ہیں کہ انکا یہ استدلال۔ ہے کہ مسلمانوں کی پسند سے برابر چلا آتا ہے تو بدعت حسنہ ہوا۔ حالانکہ تمام روئے زمین کے مسلمانوں کا اس پر اجماع صریح ممنون وغیرہ معلوم ہے علاوہ اس کے وہ کون سی اصل ہے جس پر اجماع قائم ہوا ہے اور واضح ہو کہ راقم کے نزدیک یہاں ایک سخت اشکال وارد ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایمان جس کی صفت سے بندہ مومن کہلاتا ہے خالی زبانی دعوے وصورت بنانے وگوشت کھانے سے متحقق نہیں ہوتا اور اہل العلم جانتے ہیں کہ آدمی اکثر اوقات اپنے آپ کو مومن سمجھتا ہے مگر درحقیقت اس کے دل میں ایمان نہیں ہوتا دیکھتے نہیں کہ حق تعالی نے فرمایا۔ قالت الاعراب آمنا۔ اعراب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ یہ کلمہ انہوں نے منافقوں کی طرح جھوٹ موٹ نہیں کہا تھا بلکہ ان کا زعم یہی تھا کہ ہم ایسے ہیں سو اللہ تعالی نے ان کے دل کا اصلی حال ان پر ظاہر کردیا۔ بقولہ۔ **قل لم تومنوا** ۔ کہدے کہ تم ابھی مومن نہیں ہوئے۔ **ولکن قولوا اسلمنا**۔ لیکن یوں کہا کرو کہ ہم اسلام لائے یعنی ہم نے ایمان کے لیے گردن جھکائی اور اس کی طرف مائل ہوئے اور مطیع ہوئے ہیں۔ **ولما یدخل الایمان فی قلوبکم**. اور ابھی اتک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا حالانکہ وہ جانتے تھے کہ ہمارے دلوں میں ایمان آگیا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اصل حالت قلب کی علم الہی میں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے کہ **اللھم ثبت قلبی علی دینک** ۔ اے رب میرے میرا دل اپنے دین پر ثابت رکھیو۔ اور یہ مت سمجھو کہ اعراب ناسمجھ لوگ تھے دیکھو صحابہؓ کا حال کہ طبرانی وغیرہ کی حدیث صحیح میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ آیت پڑھی **فمن شرح اللہ صدرہ الاسلام فھو علی نور من ربہ**۔ اور فرمایا کہ جب ایمان دل میں آتا ہے تو اس کے لیے سینہ کھل جاتا ہے تو صحابہؓ نے پوچھا کہ اس کی کوئی پہچان ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ۔ **التجافی عن دار الغرور**. فریب گاہ دنیا سے اپنا پہلو ہٹانا۔ **والانابۃ الی دار الخلود** ۔ اور ملک دائمی باقی کی طرف جھک جانا۔ **واستعداد الموت قبل نزولہ** ۔ موت آنے سے پہلے اس کے لیے سامان سفر مہیا کرنا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ صحابہؓ نے ظاہر حال پر اعتماد نہیں کیا بلکہ نشانی دریافت کی کہ آیا ہم میں یہ نشان ہے یا نہیں ہے پس کوئی غرہ نہیں ہوسکتا کہ ہم جیسے مصمم عزم کیے ہوئے ہیں کہ ہم مومن ہیں حتی کہ انشاء اللہ تعالی بھی نہیں کہتے ہیں ویسے ہی درحقیقت ہیں یا یہود کی مانند نفس کے دھوکے میں ہیں لقولہ تعالی وان یاتوک عرض مثلہ یاخذوہ۔ اور کہتے سیغفر لنا۔ پس ایمان ان میں درحقیقت نہ تھا بلکہ جہل مرکب

تھا نعوذ باللہ منہ۔ اور حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ نفاق ایسی چیز ہے کہ اس سے وہی خوفناک رہتا ہے جو در حقیقت مومن ہو اور اس سے وہی نڈر رہتا ہے جو حقیقت میں منافق ہو۔ اور حسنؒ نے کہا کہ میں نے ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کو پایا کہ اپنے قلب پر نفاق کا خوف رکھتے تھے دیکھو یہ جلالت قدر اور یہ خوف **اللھم انی اعوذبک من النفاق وفتنة یارب باعدبینی وبین النفاق وانت علی کل شئی قدیر**۔ اور حضرت حسن کا قول اخیر صحیح البخاری میں معلق مذکور ہے اور ایک صحابی نے ایک شخص کی نسبت کہا تھا کہ۔ **انی اراہ مومنا**۔ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا **اومسلما**۔ یعنی کہو کہ مومن یا مسلم۔ پس جب یہ حال ہے کہ حقیقت ایمان قلبی سے آگاہی فقط اللہ تعالیٰ جل جلالہ کو ہے تو اب ہم کہتے ہیں کہ بعد زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے جس کسی بات کی نسبت بدعت حسنہ ہونے کا اعتقاد کیا گیا اس کی دلیل یہ ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے **فما رآہ المومنون حسنا فھو عنداللہ حسن** اور۔ ما۔ موصولہ کو عام بقوت کلیہ لیا۔ اور کہا کہ اس بات کو بھی مومنون نے حسن جانا تو یہ بھی حسن ہوئی۔ پس اس کے یقینی ہونے میں تامل کے وجوہ مشہورہ مانند استغراق نہ پایا جانا وغیرہ کے علاوہ دقیق اشکال جو راقم پر ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ مومنون کا اجماع کیونکر یقین کیا گیا اور یہ کیونکر ظاہر ہوا کہ یہ لوگ جنھوں نے اس نئی بات کو اچھا سمجھا ہے سب کے سب واقعی مومن ہیں اور کس یقینی شہادت سے ان کا مومن ہونا ثابت ہوا ہے اور کہاں سے معلوم ہوا کہ مثل اعراب کے ان کو زعم نہیں ہے اور کس نے ان کو خفیہ نفاق سے مطمئن و بے خوف کر دیا حتی کہ انہوں نے اپنے اوپر تحقیقی مومن ہونے کا حکم لگا کر یہ مسئلہ بدعت حسنہ قرار دیا اور کس طرح انہوں نے جانا تھا کہ ان سب میں سے ہر ایک کا خاتمہ کمال ایمان پر ہے انہوں نے کیوں خوف نہ کیا حالانکہ مومن کی شان ہے کہ نفاق سے خوفناک رہتا ہے پس جب ہنوز ان کی نسبت مومنین ہونے کا یقین نہیں ہے تو مومنین کا اجماع کیونکر متیقن ہوگا۔ اگر کہا جاوے کہ پھر اجماع کی تو کوئی صورت نہیں ہو سکتی ہے حالانکہ اجماع صحابہؓ بالاتفاق حجت قطعی ہے جس کا منکر مردود ہے تو جواب یہ ہے کہ اجماع صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ایسا اجماع ہے کہ ان کے مومنین ہونے کا یقین ہم کو شہادت الٰہی عزوجل سے معلوم ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی شہادت سے بڑھ کر کس کی شہادتؐ ہوگی۔ **فقد قال تعالی رضی اللہ عنھم ورضوا عنه وقال تعالی اولئک ھم الصادقون وقال تعالی اولئک ھم المومنون حقا**۔ پس ان کا

اجماع بیشک مومنون کا اجماع ہے اور دوسروں کو اپنی ہستی سے باہر قدم نہ رکھنا چاہیے بھلا روا ہے کہ کوئی فرد بشر اپنے زعم میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی برابری کا دعوے کرے پس مصداق المومنون کے استدلال یقینی کے فقط صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں چنانچہ خود دوسری روایت میں حضرت ابن مسعودؓ نے مومنون کی تفسیر صحابہؓ سے بیان فرمائی ہے چنانچہ نا سمجھی یہاں تک پہنچی کہ اگر فقہ القلب نہیں تو صریح تفسیر سے بھی انکار ہوا اور ہر مسلمان بالیقین جانتا ہے کہ ہمارا یقین تو کسی ولی اللہ کے یقین کے برابر نہیں ہے اور تمام اولیاء اللہ بعد صحابہؓ کے کسی ادنی صحابی کی منزلت کو نہیں پہنچتے چنانچہ ائمہ مشائخ نے اس کی تصریح کر دی ہے۔اس واسطے اولیاء اللہ میں سے بعض اکابر نے صریحا ہر ایسے قول وفعل وطریقہ سے انکار کیا جو عہد اول میں نہ تھا حالانکہ ہم عوام سے اولیائے الٰہی کے ایمان کی نسبت یوں ہے جیسے سورج وذرہ سودہ بھی اس صورت میں جب بفضل وکرم الٰہی تعالی ہم کو ذرہ برابر ایمان نصیب ہوا ہو۔اور امید اپنے خالق مالک سے یہی ہے کہ ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمادے بطفیل سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ پھر اگر کوئی شخص نا سمجھی سے جدال کرے کہ کیا تجھ کو شک ہے کہ امام ابو حنیفہؒ وان کے معروف متقی اصحاب وامام مالک ودیگر ائمہ رحمہم اللہ تعالی کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہے تو میں کہوں گا کہ نعوذ باللہ من ذلک جب ہر مومن کے ساتھ حسن الظن واجب ہے،تو ان اماموں کی نسبت مجھے کیونکر یہ گمان ہوگا بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ مجھے علم غیب یا علم الٰہی نہیں ہوسکتا **اللھم غفرانک** اور جس جماعت کثیرہ کے اتفاق سے عام لوگ اجماع مومنین کا دعوے کرتے ہیں جب ایمان پر ان کا خاتمہ ہوا اگر چہ یہ امر قطعی تمہیں معلوم نہیں ہوسکتا تو پھر احتمال ہے کہ موت کے بعد ظہور حقائق سے شاید وہ متفق نہ ہوں اور اگر ہوں بھی تو اجماع سے لاعلمی ہے اور اس مقام کو میں نے قولہ تعالی وکونوا مع الصادقین کی تفسیر میں مفصل ذکر کردیا ہے اور خبردار رہنا چاہیے کہ میرے اس بیان میں علم غیب مخصوص بشان حضرت ذوالجلال کا اعتقاد ہے اور تنبیہ ہے کہ جو بات علم الٰہی میں ہے وہ بغیر بتلائے ہمیں معلوم نہ ہوگی اور اس کے بغیر جو دعوی کرے گا مردود ہوجائیگا۔اور اس بات کا اماموں یا اولیاء کی علو منزلت وبزرگی سے تعلق نہیں ہے بلکہ مسلمان پر واجب ہے، کہ اگلے بزرگوں کے ساتھ ان کی بزرگی کا نیک اعتقاد رکھے پھر اجتہاد کے معنی یہ ہیں کہ آیت یا حدیث کی فقہ سے باکمال کوشش سے احکام کو مستنبط کرے اور یہ کوئی قیاسی مسئلہ نہیں جیسے امامؒ نماز کے پیچھے مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنا چاہیے یا نہیں پڑھنا چاہیے۔امام ابو حنیفہؒ نے منع کیا بدلیل قولہ تعالی اذاقری القرآن فاستمعوالہ وانصتوا۔اور بحدیث **قولہ وانما جعل الامام**

لیوتم به فاذا کبر فکبر واواذا قرا فانصتوا ۔ وبقول تعالیٰ **ادعوا ربکم تضرعا وخیفة** ۔ کیونکہ سورۃ الحمد د۔ بقول جابرؓ **الاان یکون وراء الامام** ۔ اور اسی طرح دیگر آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اور امام شافعیؒ نے مطلقاً واجب کہا بدلیل حدیث عبادہ بن الصامت در صلوۃ الفجر۔ وبقول ابو ہریرہؓ کہ **اقرا فی نفسک** ۔ اور بحدیث **لاصلوۃ من لم یقرا بفاتحة الکتاب وغیر ذلک** ۔ اور امام مالکؒ نے صلوۃ جہریہ میں منع کیا اور سریہ میں روا رکھا پس تو خود ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ آیات واحادیث کو جمع کرنا یا ناسخ ومنسوخ پہچاننا یا تخصیص وغیرہ کرنا یا آیت قطعی کی تخصیص روایت ظنی سے نہ کرنا یہ سب شان مجتہد باجتہاد ہے اور اس میں کچھ بھی قیاسات کو دخل نہیں ۔

اس طویل بیان سے امید ہے یہ بات واضح ہو چکی ہوگی کہ فقہ اصلی اور ہے اور فقہ متعارف مخصوص بافعال جوارح ہے اور مجتہد خود فقیہ بفقہ اصلی ہوتا ہے اور مجتہد کے استنباط کیے ہوئے مسائل جاننے میں جہاں تک جس کو ضرورت ہے کوئی معذور نہ ہوگا بحکم قولہ تعالیٰ **فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون بالبینات والزبر** ۔ پھر جملہ مسائل کا جاننے والا بھی عامی ہوتا ہے جبکہ اجتہاد کے لائق نہ ہو۔ فاضل لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابن حجر مکی کے رسالہ سنن الغارہ سے نقل کیا کہ امام نووی شافعیؒ نے شرح مہذب میں لکھا کہ مجتہد یا مستقل ہے یا منتسب پس مستقل کی شرطیں بہت ہیں مثلاً **فقه النفس وسلامة الذهن ورياضة الفكر وصحة تصرف واستنباط** بیداری اور ادلہ شرعیہ کا جاننا اور جو چیزیں اصول ادلہ کے عالم ہونے کے لیے ضروری ہیں مثلاً زبان عربی واصول تفسیر واصول حدیث وغیرہ اور ان اصول سے بدرایہ اقتباس کرنا اور ان کے استعمال میں مشاق مرتاض ہونا اور فقہ کے ساتھ اور امہات المسائل سے واقف ہونا۔ اور شیخ محدث دہلویؒ نے عقد الجید وغیرہ میں اقضیہ رسول اللہ ﷺ وصحابہ خلفاء سے وقوف وغیرہ کو بھی مفصل لکھا ہے۔ پھر نوویؒ نے کہا کہ ایسا مجتہد تو زمانہ دراز سے مفقود ہے اور رہا مجتہد منتسب تو اس کے چار درجہ ہیں۔

اول وہ کہ بسبب استقلال کے اپنے امام کا مقلد نہ مذہب میں ہے نہ دلیل میں ہے ہاں اس کی جانب فقط اس وجہ سے منسوب ہوتا ہے کہ اجتہاد میں اسی کے طریقہ پر چلتا ہے یعنی اس کا اعتقاد بھی اسی طریقہ پر واقع ہوا مثلاً لفظ عین سے ایک ہی اطلاق سے معنی حقیقی ومجازی مراد لینا وہ بھی جائز سمجھتا ہے۔ جیسے اس کا امام۔

☆ انظر الی ماقال ولاتنظر الی من قال ☆ گفتار ببین نظر بہ گوینده مکن ☆

دوم وہ کہ مجتہد ہو مگر مقید بمذہب' کہ مستقل بتقریر اصول امام خود بدلیل ہے لیکن امام کے ادلہ اصول وقواعد سے تجاوز نہیں کرتا اس کی شروط میں سے ہے کہ عالم بفقہ واصول وادلہ احکام تفصیلا ہو اور مسالک اقیسہ ومعانی کا بصیر ہو اور تخریج واستنباط بقیاس اور غیر منصوص میں پورا مرتاض ہو پھر بھی بسبب حدیث ونحو سے کامل وقوف نہ ہونے کے وہ اپنے امام کی تقلید سے خارج نہ ہوگا اور ہمارے ائمہ اصحاب الوجوہ اسی صفت کے ہیں۔

سوم یہ کہ رتبۂ اصحاب الوجوہ کو نہ پہنچے لیکن فقیہ امام کے مذہب کا حافظ ہو اس کو تقریر وتحریر دلائل وتصویر وتمہید سے بیان کرسکتا اور تزئیف وترجیح دے سکتا ہو اور یہ صفت اکثر اصحاب الترجیح آخر صدی چہارم والوں کی ہے جنھوں نے مذہب کی ترتیب وتحریر کی ہے۔

اور چہارم اہل تقلید محض ہیں کہ تقریر دلیل وتحریر اقیسہ میں ضعیف ولیکن حفظ مذہب روایات وفہم مشکل میں قوی ہیں ایسے لوگ مذہب کی کتابوں سے جو فتوے نقل کریں وہ معتبر ہوگا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس بیان سے ظاہر ہوا کہ طبقات ائمہ حنفیہ وطبقات مسائل جو میں نے آگے نقل کیے ہیں وہ ضروری حفظ کے قابل ہیں تاکہ اس فتاوی میں استفادہ میں عوام کو لغزش نہ ہو اور مجتہد وغیر مجتہد کے اقوال میں امتیاز رکھیں اور مجتہدوں میں بھی مستقل ومجتہد فی المذاہب اور فی المسئلہ واصحاب وجوہ واصحاب ترجیح میں امتیاز رکھیں لہذا ضروری ہوا کہ جن اماموں وفقہاء وعلماء کے اقوال اس کتاب میں مذکور ہیں مختصر ان کا حال اور زمانہ نیز ان کی تالیفات سے آگاہ کردوں۔ التوفیق من اللہ عزوجل۔

(جاری ہے)

☆......☆......☆......☆

بچوں کے لئے آسان سوال وجواب کی صورت میں ایک خوبصورت گلدستۂ معلومات

چار کتابوں کا انعامی سیٹ

مختصر نصاب قرآن ☆ مختصر نصاب حدیث ☆ مختصر نصاب فقہ ☆ مختصر نصاب سیرت

ترتیب وپیشکش: پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز .... ناشر: اسکالرز اکیڈمی کراچی

ملنے کا پتہ: مکتبہ رضویہ آرام باغ......مکتبہ غوثیہ سبزی منڈی......ضیاء القرآن اردو بازار کراچی

☆ اہ ا ے ے انعام بل هم اضل گاوان وخران بار بردار...... بہ زآدمیان مردم آزار ☆